

حقیقتِ دین

اللہ تبارک و تعالیٰ کا قانونِ امہال

☆ پروفیسر تو قیر عالم فلاحی

دنیا ئے آب و گل میں مجموعی طور پر دو طرح کے لوگ ہیں۔ ایک قسم ان مبارک افراد کی ہے جو اپنے پروردگار کی معرفت رکھتے ہیں اور اسی کے ہو کر رہنے کا عزم کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ موت کے بعد کی زندگی میں ان کے جذبہ عمل کو اجرِ عظیم کی شکل میں قبولیت کا درجہ دیتا ہے اور ایسے ہی لوگوں پر اس دنیا میں بھی اس کا قانونِ انعام و اکرام لاگو ہوتا ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو اپنے خالق و مالک کی معرفت سے محروم ہیں اور زندگی کی باگیں اپنے نفس کے حوالے کر کے دنیا میں بڑی بے فکری کے ساتھ جیتے ہیں۔ موت کے بعد کی زندگی میں ایسے محروم القسمت افراد کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی نظر عنایت نہیں ہوگی اور اس دنیا کے اندر بھی ان کو ذلت و محرومی سے سابقہ پڑتا ہے۔

مذکور اوّل گروہ انسانی میں ایسے افراد بھی ہیں جو باوجود یکہ متقی و پرہیزگار ہیں لیکن ان کی زندگی میں آرام و راحت نصیب نہیں ہے اور مصائب و شدائد ان کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ آزمائشوں کی بھٹیوں میں رکھ کر ان کے درجات کو بلند کرنا چاہتا ہے اور اپنا ساتھی و رفیق بنالیتا ہے۔ طبقہ ثانی کے افراد میں کفر و شرک کی غلاظتوں میں ملوث اور شرفساد کے علمبردار لوگ ہیں جن کی دنیا میں بہت بڑی تعداد ہے جو مال و دولت کے لحاظ سے بہت بڑھے ہوتے ہیں اقتدار ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور نفری قوت کے بھی وہ مالک ہوتے ہیں۔

مال و زر کے پجاریوں، منصب و اقتدار کے متوالوں اور بغاوت و سرکشی کے ان نقیبوں کے تئیں نہ تو یہ غلط فہمی ہونی چاہیے کہ یہ خوشگوار حالات اللہ کی رضا اور خوشنودی کا ثبوت اور مظہر ہیں اور نہ ہی یہ غلط فہمی ہونی چاہیے کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ اپنے گھر میں سرکشوں، جابروں اور باغیوں کو پنتے ہوئے دیکھ رہا ہے، لیکن وہ ان کے خلاف کارروائی کرنے میں متذبذب ہے یا یہ کہ کسی قسم کی مجبوری اس کی کارروائی میں مانع و مزاحم ہے۔ حالانکہ ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات صداقت پر مبنی نہیں ہے۔ یقیناً یہ بات درست ہے کہ ایک انسان اللہ کی زمین پر رہتا ہے اور اسی کی مہیا کی گئی آسمانی چھت کے نیچے محفوظ و مامون ہے اور اس کے علاوہ اللہ کی ودیعت کردہ دوسری تمام نعمتوں سے بھی وہ بہرہ ور ہو رہا ہے۔ چاہے تو یہ تھا کہ وہ ہر لمحہ اور ہر لحظہ اس کی شکرگزاری میں گزار دیتا، لیکن وہ کفر و شرک اور بغاوت و سرکشی کو اپنا شیوہ بنا کر اپنی زندگی گزارتا ہے۔ اس کے باوجود اگر وہ

☆ ایسوی ایٹ پروفیسر شعبہ دینیات (سنی) علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ towqueer@yahoo.in



اس کے عتاب سے بچا ہوا ہے تو اس کا مطلب یہ قطعاً نہیں ہے کہ اللہ کے فیصلہ عتاب و عذاب کے لیے کوئی مجبوری حائل ہے، بلکہ وہ الملک، المہمین، العزیز، الجبار اور المتکبر ہے^(۱)۔ آسمان وزمین کی ساری چیزیں اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہیں^(۲)۔ آسمان وزمین کے تمام مخفی احوال کا اسے علم ہے^(۳)۔ وہ اپنے بندوں کے تمام کھلے چھپے سے پوری طرح باخبر ہے^(۴)۔ وہ اپنے بندوں کے معاملات پر پوری طرح قادر اور ان کے احوال سے پوری طرح باخبر ہے۔^(۵) آسمان وزمین کا پیدا کرنے والا بھی وہی ہے^(۶) اور آسمان وزمین اور ان کے مابین تمام موجودات و مخلوقات کا مالک و مربی اور بادشاہ حقیقی بھی وہی ہے^(۷)۔ وہ عرش پر متمکن ہے اور اپنی ایک ایک مخلوق کی ضرورت، حالت اور کیفیت سے پوری طرح باخبر ہو کر تدبیر سلطنت کے فرائض انجام دے رہا ہے^(۸)۔ وہ جس طرح چاہتا ہے، جب چاہتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے، راہیں ہموار کر دیتا ہے اور جس کے لیے جب چاہتا ہے راہیں مسدود کر دیتا ہے۔ ساری کائنات اس کی جاگیر و سلطنت ہے اور وہ سلطنت کا مکمل طور پر مالک و حاکم ہے۔ دنیا کے سارے ذرائع و وسائل اور تدابیر و طریقے مل کر بھی کسی نقصان کو ٹالنا چاہیں تو یہ ممکن نہیں اور دنیا کے سارے لوگ، ساری قوت اور پوری دنیا کے بااقتدار لوگ اگر کسی کو کسی نفع سے محروم کرنا چاہیں تو یہ بھی ناممکن ہے۔^(۹) اللہ اپنا فیصلہ نافذ کرنے کے لیے کسی کا محتاج نہیں اور اس کا ہر فیصلہ کُن فیکون^(۱۰) کے مطابق ہوتا ہے۔ آسمان وزمین کی مخلوق اس کا لشکر ہے اور اپنے جس لشکر کو جس وقت چاہے استعمال کر کے کسی فرد، کسی جماعت، کسی قوم اور کسی ملک کا صفایا کر دے، لیکن وہ حکیم بھی ہے، اس کا ہر کام حکمت سے پُر ہوتا ہے۔ یہ ارشادِ بانی اللہ تعالیٰ کے قہر و جلال اور اس کی حکمت و دانائی کی پوری تصویر کشی کرتا ہے:

﴿وَلِلّٰهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيْمًا ۝۷﴾ (الفتح)

”آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے قبضہ قدرت میں ہیں، اور وہ زبردست اور حکیم ہے۔“

اللہ رب العزت کی شوکت و حشمت، اس کے قہر و جلال اور اس کی پوری کائنات پر بادشاہی و اقتدار کے پیش نظر اس غلط فہمی کی قلعی کھل جاتی ہے کہ اللہ کے سرکشوں اور باغیوں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے میں کسی بھی طرح کی رکاوٹ یا مجبوری حائل ہے۔ چوں کہ وہ حکیم ہے اور وہ اچھی طرح باخبر ہے کہ کون سا فیصلہ کس بندے کے لیے کب کرنا ہے، چنانچہ وہ اپنی حکمت کے خلافِ شان کوئی کام نہیں کر سکتا۔

دوسرے یہ کہ وہ رحمان و رحیم ہے۔ یہ اس کی رحمت ہی کا تو مظہر ہے کہ سرکش بندوں کو بھی اس دارِ فانی میں ساری سہولتیں میسر کرتا ہے۔ اس کی رحمت کا ہی یہ درخشاں ثبوت ہے کہ پچاس ساٹھ سالہ زندگی میں ہزاروں غلطیاں اور گناہ صادر ہوتے ہیں اور اسی کے دیے ہوئے اعضاء و جوارح اس کی تعلیمات و ہدایات سے بغاوت میں استعمال ہوتے ہیں، لیکن قادرِ مطلق خدا صرف اس بنا پر اس کے اعضاء اور جوارح کو شل نہیں کر دیتا، بینائی ختم نہیں کر دیتا، سماعت سے محروم نہیں کر دیتا، چلنے سے معذور نہیں بنا دیتا، کھانے پینے اور ہنسنے بولنے سے روک نہیں دیتا، کسی طوفان کے ذریعے زندگی کا ورق بند نہیں کر دیتا یا زمین کے نیچے دھنسا نہیں دیتا۔ اس کی رحمت کا ایک پہلو اور بھی ہے کہ ایک غلطی پر صرف اسی غلطی کا گناہ لکھا جاتا ہے اور ایسا شخص صرف اسی کی سزا کا مکلف ہوتا ہے

اور ایک اچھائی پر کم از کم دس گنا اور زیادہ سے زیادہ سات سو گنا بلکہ اخلاص اور حالات کے لحاظ سے اور بڑھادینے کا وعدہ ہوتا ہے۔ یہ اس کی رحمت کا ہی جلوہ ہے کہ زندگی میں اگر کسی کو ستر (۷۰) سال ملے ہیں اور وہ مسلسل اپنے آقا و مربی سے بغاوت کر رہا ہے، زندگی کے آخری لمحات میں بھی بشرطیکہ وہ موت کو نہیں دیکھ رہا ہے یا وہ بستر مرگ پر نہیں ہے، خلوص دل کے ساتھ تائب ہو جاتا ہے تو اللہ رب العزت اس کے تائب ہونے سے پہلے کی ساری بغاوتوں پر خطِ عفو پھیر دیتا ہے۔

اللہ رب قدیر کی رحمت کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ وہ سالہا سال اور مدتِ دراز تک مہلت دیتا چلا جاتا ہے۔ ایک ماں سے ستر گنا محبت رکھنے والی ذات کے یہی شایانِ شان ہے کہ وہ مہلت پر مہلت دیتا چلا جائے۔ اس نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا ہے^(۱۱)۔ اس کا دامن رحمت بہت وسیع ہے^(۱۲)۔ یہ اس کی شانِ رحیمی کے بالکل خلاف ہے کہ کوئی گناہ کرے، سرکشی و بغاوت کا رویہ اختیار کرے، یہاں تک کہ کفر و شرک کا داعی بن جائے اور فوراً اس پر گرفت کر لے۔ یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے قانونِ امہال پر ناطق ثبوت ہے:

﴿وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۖ إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَا يَشَاءُ كَمَا أَنْشَأَكُمْ مِنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ آخَرِينَ﴾ (الانعام)

”اور تمہارا رب بے نیاز ہے اور مہربانی اس کا شیوہ ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم لوگوں کو ختم کر دے اور تمہاری جگہ دوسرے جن لوگوں کو چاہے لے آئے جس طرح اس نے تمہیں دوسرے لوگوں کی نسل سے اٹھایا ہے۔“
اُس کی شانِ رحمت اور غفاری کا تقاضا یہ ہے کہ ایک متعین مدت تک سرکشوں اور باغیوں کو مہلت دے۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت کی یہ حکمت و تدبیر اس طرح بیان کی گئی ہے:

﴿وَرَبُّكَ الْغَفُورُ ذُو الرَّحْمَةِ ۖ لَوْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبْتُمْ لَأَعَجَلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۖ بَلْ لَهُمْ مَوْعِدٌ لَنْ يَجِدُوا مِنْ دُونِهِ مَوْئِلًا﴾ (الكهف)

”اور تیرا رب بڑا درگزر کرنے والا اور رحیم ہے۔ اگر وہ ان کے کرتوتوں پر انہیں پکڑنا چاہتا تو جلد ہی عذاب بھیج دیتا، مگر ان کے لیے وعدے کا ایک وقت مقرر ہے اور اس سے بچ کر بھاگ نکلنے کی یہ کوئی راہ نہ پائیں گے۔“

وقتِ موعود تک مہلت دینا اللہ رب العزت کی سنت ہے۔ ہاں اگر کوئی حد سے بڑھ جائے اور وقتِ موعود آجائے تو پوری دنیا مل کر بھی اس کو ہلاکت سے بچا نہیں سکتی۔ ذیل کی آیت کریمہ میں یہی حقیقت ناطق ہے:

﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَابَّةٍ وَلَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾ (النحل)

”اور اگر اللہ لوگوں کو ان کی زیادتی پر فوراً ہی پکڑ لیا کرتا تو روئے زمین پر کسی تنفس کو نہ چھوڑتا، لیکن وہ سب کو ایک وقت مقرر تک مہلت دیتا ہے۔ پھر جب وہ وقت آ جاتا ہے تو اس سے کوئی ایک گھڑی بھر بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔“

مذکورہ بالا قرآنی تعلیمات اس حقیقت پر ثبوت ہیں کہ اللہ رب العزت اپنی رحمت کے تحت متعین وقت تک

لوگوں کو مہلت دیتا ہے تاکہ اپنی روش پر اصرار کرنے کے بجائے توبہ و استغفار کے ذریعے غفور و رحیم رب کی رحمت و مغفرت کا وہ مستحق ہو جائے۔

ایسے منکرین حق یا باغیان خدا جو کسی قیمت پر اپنی عقل و شعور کا استعمال نہیں کرتے، ضد اور ہٹ دھرمی ان کا شیوہ و شعار بن جاتا ہے۔ ایسے لوگ اگرچہ دنیوی زندگی بسر کرتے ہیں، انواع و اقسام کے کھانے ان کے دسترخوانوں کی زینت بنتے ہیں اور ہر لحاظ سے ان کا معیار زندگی بلند معلوم ہوتا ہے، لیکن یہ صداقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ اللہ رب العزت ایسے لوگوں کی رسی دراز کرتا ہے تاکہ وہ سرکشی و بغاوت میں اندھے بنے رہیں^(۱۳) یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر مہر لگ جاتی ہے، قوتِ سماعت سلب کر لی جاتی ہے اور نگاہوں پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔^(۱۴) گویا ان سے توفیقِ ہدایت چھن جاتی ہے اور بغاوت پر ضد و اصرار کی بنا پر اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو مہلت پر مہلت دیے چلا جاتا ہے، صرف اس لیے کہ وہ گناہ کے اعتبار سے بڑھ جائیں اور ان کے اعمال ان کی مکمل تباہی و بربادی پر حجت بن جائیں۔ قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں ایسے دنیا پرستوں اور حُبِ مال و جاہ کے شیداؤں کے لیے اللہ رب العزت کی منصوبہ بندی ظاہر و باہر ہے:

﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمِلُّ لَهُمْ خَيْرًا لَّأَنفُسِهِمْ ۖ إِنَّمَا نُمِلُّ لَهُمْ لِيَزِدُوا إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ (آل عمران)

”کفار یہ ہرگز گمان نہ کریں کہ جو کچھ ہم انہیں ڈھیل دے رہے ہیں۔ وہ ان کے لیے خیر ہے۔ ہم تو انہیں اس لیے ڈھیل دے رہے ہیں کہ یہ گناہ کے اعتبار سے اور بڑھ جائیں، اور ان کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔“

یہ ممکن ہے بلکہ اللہ کی حکمت اور منصوبے کے تحت ناگزیر ہے کہ کفار مال و اولاد کے لحاظ سے بڑھے ہوئے ہوں۔ لیکن مال و اولاد کی اس کثرت میں ان کے لیے اللہ کی طرف سے خیر کا پہلو قطعاً نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ ایسے ہٹ دھرم کفار کو جن سے ان کے کرتوتوں کی بنا پر توفیقِ ہدایت بھی چھین لی گئی ہے، دنیوی جاہ و جلال اور مال و اولاد کے لحاظ سے بڑھا و محض اس لیے دیتا ہے کہ وہ ان میں الجھے رہیں، فکر مندی، اضطراب اور بے چینی ان کا لازمہ حیات بن جائے، اور اسی حال میں ان کی جانیں نکلیں تاکہ ہمیشگی کے عذاب کا مزہ چکھیں۔ ایسے کفار کی خوشحالی میں مصلحتِ خداوندی کا رفرما ہے۔ آیت کریمہ ملاحظہ کیجیے:

﴿فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ ۖ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ﴾ (التوبة)

”ان کے مال و اولاد (کی کثرت) آپ کو حیرت زدہ نہ کریں۔ اللہ رب العزت تو چاہتا ہے کہ اس مال اور اولاد کے ذریعے انہیں دنیا کی زندگی میں عذاب دے، اور ان کی جانیں نکلیں اس حال میں کہ وہ کفر پر قائم رہیں۔“

دنیوی راحت و آسائش ایک عام کافر کے لیے بہر حال اللہ کی جانب سے نوازش نہیں ہو سکتی، کجا کہ وہ اپنے کفر و شرک اور عصیان و بغاوت کی زندگی پر مصر ہو اور ضد و ہٹ دھرمی کے حصار میں رہتے ہوئے قوی اور عملی

دونوں طرح سے اللہ کے دین اور اس کے علمبرداروں کے خلاف نبرد آزما ہو۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ رب العزت کا فرمان ہے کہ دھیرے دھیرے وہ تباہی و بربادی کے گڑھے کی طرف لائے جا رہے ہیں۔ مال و اولاد اور دنیوی جاہ و منصب تباہی و بربادی کا سامان ہیں۔ ان کی مہلت کے سلسلے میں اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی حکمت و تدبیر کو ایک جگہ ان الفاظ میں واضح فرماتا ہے:

﴿فَذَرْنِي وَمَنْ يُكَذِّبُ بِهَذَا الْحَدِيثِ ۖ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۝۳۳ وَأُمْلِي لَهُمْ ۖ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ۝۳۴﴾ (القلم)

”پس (اے نبی ﷺ!) آپ اس کلام کے جھٹلانے والوں کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیں۔ ہم ایسے طریقہ سے ان کو بتدریج تباہی کی طرف لے جائیں گے کہ ان کو خبر بھی نہ ہوگی۔ اور میں ان کی رسی دراز کر رہا ہوں‘ بلاشبہ میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔“

اس دنیائے فانی میں ایک قسم کے تو وہ لوگ ہیں جو اللہ کی مرضی اور اس کے رسول ﷺ کے طریقہ کو حرزِ جاں بنا کر اپنی زندگی گزارتے ہیں۔ اس حالت میں ان کو مال و دولت، اولاد و احفاد، منصب و اقتدار اور عزت و شہرت کی شکل میں یہاں جو کچھ ملتا ہے وہ اللہ کی نوازش و کرم ہے۔ رحمن و رحیم خدا صراطِ مستقیم پر چلنے کے نتیجے میں اپنے انعام یافتہ بندوں کو نوازتا رہا ہے۔ ہاں اگر دولت و ثروت، جاہ و اقتدار اور شان و شوکت اللہ کے عادی مجرموں، نافرمانوں اور باغیوں کو ملتی رہی ہے تو اس میں ان کے لیے خیر کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ اللہ ایک مدت تک مہلت دیتا ہے، پھر وہ ایسے لوگوں سے اپنی ہدایت کی توفیق چھین لیتا ہے اور گناہوں میں ملوث ہونے کے مزید مواقع فراہم کرتا ہے تاکہ خود ان کے اعمال ان کی تباہی و بربادی کے لیے حجت و سند بن جائیں۔

حوالہ جات و حواشی

(۱) اللہ رب العزت کی یہ صفات یکجا ملاحظہ فرمائیں، الحشر: ۲۳۔

(۲) الرعد: ۱۵، النحل: ۴۹، الحج: ۱۰

(۳) الحجرات: ۱۸

(۴) البقرة: ۲۸۴

(۵) الانعام: ۱۸

(۶) المائدة: ۱۸، ۱۷

(۷) یونس: ۱۰۷

(۸) الانعام: ۵۴، ۱۲

(۹) البقرة: ۱۵



میثاق، حکمت قرآن اور ندائے خلافت کے انٹرنیٹ ایڈیشن
تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ www.tanzeem.org پر ملاحظہ کیجیے۔